60

ثبات و ذکر الٰہی ذریعہ فلاح ہیں

(فرمودہ ۲۱ر جولائی ۱۹۲۲ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ اور آیات **یا ایھا الذین امنوا اذالقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون واطیعوا اللہ و رسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین** (الانفال ۴۶، ۴۷) کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

قرآن کریم جو احکام اپنے پیروؤں کو دیتا ہے ان کے ساتھ وجوہ بھی بیان کرتا ہے کہ یہ کام کیوں کیا جائے یا کیوں نہ کیا جائے۔ میں نے جو یہ دو آیتیں پڑھی ہیں۔ ان کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے ایک حکم بیان کیا ہے۔ جس کی پابندی کے بغیر نہ کوئی قوم زندہ رہ سکتی ہے نہ زندہ کہلا سکتی ہے۔ اور نہ دینی لحاظ سے نہ دنیاوی لحاظ سے ترقی ہی کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مختار ہے اور بادشاہ ہے وہ اگر کوئی حکم دے اور اس حکم کی غرض نہ بتائے۔ تو بندے کا حق نہیں کہ وہ وجہ پوچھے کیونکہ آقا کے مقابلہ میں ماتحت کا حق نہیں ہوتا کہ وہ آقا کے احکام کی وجہ دریافت کرے۔ فوجوں میں یہ عام قاعدہ ہوتا ہے کہ افسر جو حکم دے ماتحت اس کے متعلق سوال نہیں کر سکتا۔ جو بڑے افسر ہوتے ہیں وہ ماتحت کی رائے لے سکتے ہیں لیکن اگر نہ لیں تو ماتحت ان سے پوچھ نہیں سکتا۔ انگریزوں کا مشہور واقعہ ہے جس پر نظمیں بھی لکھی گئی ہیں روس سے ترکوں کی جنگ ہوئی۔ انگریزی فوج روس کے مقابلہ میں ترکوں کی طرف سے لڑی تھی ایک موقع پر خبر ملی کہ روس کی ایک فوج آ رہی ہے جس کے متعلق بڑے انگریزی افسر نے اندازہ کیا کہ روس کی جس بڑی فوج نے آنا ہے وہ نہیں ہے۔ بلکہ تھوڑی سی فوج ہے اس کے لئے ایک ماتحت افسر کو مقرر کیا۔ اور تھوڑے سے سپاہی ان کے مقابلہ کے لئے اس کے ماتحت کئے۔ یہ افسر دانا اور واقف تھا۔ اس نے کہا کہ یہی روس کی آنے والی فوج ہے یہ چند سو سپاہی ان کا مقابلہ کیسے کریں گے بڑے افسر نے کہا نہیں وہ تھوڑے سے ہیں اور تم جاؤ۔ ماتحت افسر اپنے چند سو سپاہیوں کو لے کر چلا گیا اور روسی توپخانہ نے ان کو اڑا دیا اور صرف چند آدمی اس میں سے بچ سکے۔

پس دنیاوی افسر جس کا ماتحت اس کا غلام نہیں ہوتا دونوں انسان ہیں اور ممکن ہے ماتحت کی عقل اور تجربہ افسر سے زیادہ ہو۔ اور بعض دفعہ گو افسر عالم اور تجربہ کار زیادہ ہو۔ ماتحت کو بھی عمدہ اور درست بات سمجھ میں آجاتی ہے لیکن انتظام کے قیام کے لئے یہی بات رکھی گئی ہے کہ افسر حکم دے تو ماتحت اس کی اطاعت کرے۔

افسر اور بزرگ دانا اور عالم بھی ہوتے ہیں۔ مگر بعض اوقات ایک بات بچہ کے ذہن میں آجاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اور وعظ فرماتے تھے مگر لوگ نہیں سنتے تھے۔ آخر آپؐ نے ان کی دعوت کر کے تبلیغ کرنے کی تجویز کی۔ چنانچہ دعوت میں وہ لوگ آئے لیکن جب کھانے کے بعد آپ وعظ فرمانے لگے تو وہ فوراً" چلے گئے۔ آپ حیران ہوئے کہ اب کیا تجویز کی جائے۔ حضرت علیؓ نے جو اس وقت چھوٹے تھے اور جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس سے مشورہ کر کے قحط کے زمانہ میں بوجہ ابو طالب کا کنبہ زیادہ ہونے کے اپنے گھر لے آئے تھے کہا کہ ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے کہ لوگوں کو جمع کر کے پہلے وعظ کیا جائے اور پھر ان کو کھانا کھلایا جائے۔ تب سن لیں گے۔ا۔ اسی طرح کیا گیا تو بعض اوقات ایک بچہ کو بھی افسر اور بزرگ سے زیادہ اچھی بات سوجھ جاتی ہے۔ لیکن انتظام چاہتا ہے کہ افسر حکم دے تو مان لو۔ مگر خدا تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ گو اس سے افسری ماتحتی کا تعلق نہیں مگر حکم دیتا ہے اور ساتھ وجہ بھی بتا دیتا ہے کہ تمہیں جو حکم دیا جاتا ہے اس پر کاربند ہونے میں یہ فائدہ ہے اور جس سے روکا جاتا ہے اس سے رکنے میں یہ نفع۔

فرمایا **یا ایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا و اذکروا اللہ کثیرا" لعلکم تفلحون** اے مومنو جب تم ایک ایسی جماعت سے ملو۔ جس کے افراد ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہوں تو ثبات اختیار کرو۔ "فئۃ" ایسی جماعت جس کے افراد ایک مقصد پر مجتمع ہوں وہ وحشیوں کی جماعت نہ ہو بلکہ اس نے یہ فیصلہ کیا ہو کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اگر زید پر کوئی حملہ کرے تو بکر اس کی مدد کرے گا۔ انہوں نے جتھا بنایا ہوا ہو۔ اس وقت ان کے افراد کی یہ مثال سمجھو جیسے اگر ایک سپاہی پر حملہ کیا جائے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ ۹۹۹ سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔ کیونکہ وہ اکیلا نہ تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ ۹۹۹ سپاہی اور تھے۔ پس فئۃ کے معنے انبوہ کے نہیں بلکہ ایک ایسی جماعت کے ہیں جس کے افراد ایک دوسرے کے معین اور مدد گار ہوں۔ ایسے موقع پر سستی نہیں چاہئے۔ بلکہ حکم ہے فاثبتوا اپنی جگہ پر گڑ جاؤ۔ ثبات اختیار کرو اور عزم کر لو کہ اس جگہ سے نہیں ہلیں گے مگر یہ پہلی چیز ہی کافی نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جن سے مقابلہ ہو وہ طاقت ور ہوں اور پھر دشمن کی حالت یہ ہے کہ اگر ان کے ایک شخص کا مقابلہ کرے تو وہ سب

کے سب اس کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے بھڑوں یا شہد کی مکھیوں کو چھیڑ دیا جائے۔ اسی طرح جب دشمن قوی اور کثیر ہوں تو جہاں پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے مقابلہ میں ثبات اختیار کیا جائے تو دوسری یہ بات ضروری ہے **فا ذکروا اللہ کثیرا** یہاں کیا لطیف بات بتائی ہے۔ انسان کا قاعدہ ہوتا ہے کہ جب اکیلا ہو اور دشمن زیادہ ہوں تو اپنے ساتھیوں کو کسی ذریعہ سے کہلا کر بھیجتا ہے کہ تمہارا ساتھی مارا جا رہا ہے اس کی مدد کرو۔ کسی گاؤں میں کوئی اکیلا شخص جائے اور وہاں اس کو لوگ مارنے لگیں تو کسی راہرو کو کہتا ہے کہ فلاں جگہ پیغام دے دینا کہ تمہارا ساتھی مارا جا رہا ہے اس کی مدد کو پہنچو۔ تو ایسی حالت میں انسان اپنی قوم کو بلاتا ہے لیکن مومنوں کا مددگار کوئی نہیں۔ بجز خدا کے اس لئے وہ اسی کو بلاتا ہے اس لئے یہ تعلیم دی کہ پہلی بات تم خود کرو۔ وہ یہ کہ ثبات اختیار کرو اور پھر خدا تعالیٰ کے حضور دعا کے پیغام بھیجو۔ اس وقت نتیجہ کیا ہو گا۔ **لعلکم تفلحون** تب بے شک تم فتح مند اور مفلح ہو سکتے ہو۔ لیکن اگر تم ثبات اختیار نہ کرو اور مقابلہ میں کھڑے نہ رہو تو تمہارا مددگار تمہاری مدد کس طرح کر سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ پہلے تم ثبات اختیار کرو اور دشمن کے مقابلہ سے ہٹو نہیں۔ اور پھر ہمارے حضور دعا کے ہرکارے بھیج دو۔ جب تمہاری مدد پر خدا آگیا تو پھر تمہاری فتح میں کسے شک ہو سکتا ہے اور جس کی مدد کے لئے خدا آجائے اس کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ دنیا بے شک مقابلہ کرے گی اور نسلاً بعد نسلٍ لڑتی جائیگی مگر کب تک لڑے گی۔ آخر شکست پائیگی۔

پھر فرمایا **واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین** فرماتا ہے۔ دنیا ایسے موقع جنگ پر کیا کرتی ہے وہ یہ کہ قاعدہ ہے کہ ایک افسر بناتے ہیں اور اسکے کام کی پیروی کرتے ہیں۔ کیونکہ کوئی فوج بغیر افسر کے جنگ میں کام نہیں کر سکتی۔ تمہاری بھی ایک جنگ ہے۔ جو روحانی جنگ ہے یا ظاہر میں دین کی حفاظت کے لئے جنگ ہے۔ اس وقت تمہارے لئے حکم ہے۔ **اطیعوا اللہ و رسولہ** اللہ کی اطاعت کرو۔ اپنا کمانڈر اللہ اور اس کے رسول کو سمجھو۔ ان کی بتائی ہوئی ترکیبوں پر عمل کرو اور اپنی ہر ایک حالت پر ان کو حاکم بناؤ۔

دوسرے **ولا تنازعوا** آپس میں مت لڑو کہ یہ میری رائے ہے اور ان کی یہ رائے ہے۔ یاد رکھو خدا علیم ہے اور رسول اسی سے سیکھ کر کہتا ہے۔ اس لئے ان کے احکام کے آگے چوں و چرا کرنا غلطی ہے۔ اور پھر آپس میں نہ لڑو جبکہ دشمن کا مقابلہ درپیش ہے اور تم دشمن سے مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ لیکن مومن کے لئے ایسا موقع کوئی نہیں جب اس کے دشمن نہ رہیں کیونکہ تبلیغ کے راستہ میں جو روکیں ہوں۔ ان کو دور کرنا۔ وہ نہ ہوں تو شیطان سے جنگ نفس کی اصلاح

وغیرہ جنگیں ہیں اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے منکر قیامت تک رہیں گے۔ اور مسیح کے منکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی منکر ہیں۔ اس سے کیا ثابت ہوا۔ یہی کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے کبھی سستی نہ کی جائے۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں ہمیشہ ڈٹے رہنے رہنا چاہیئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مکانوں جائدادوں کی حفاظت کے لئے لوگ جنگ کرتے ہیں۔ لیکن دین کی حفاظت ان چیزوں سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ مگر اس کی حفاظت نہیں کی جاسکتی جب تک آپس کے تنازعات کو نہ چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ دو طرف کے توپ خانہ سے سلامتی مشکل ہوتی ہے کہ ایک طرف گھر میں سے حملہ آور ہوں اور مقابلہ میں دشمن ہو۔ پس اگر دشمن کے مقابلہ میں کامیابی کی توقع ہے تو آپس کے تنازعات کو چھوڑ دو۔

ورنہ فرماتا ہے۔ **فتفشلوا** **"فشل"** کے تین معنی ہیں۔ (۱) ست ہو جانا (۲) کمزور ہو جانا (۳) بزدل ہو جانا۔ اس لئے اس کے معنی ہوئے کہ اگر تم آپس میں تنازع کرو گے تو تم میں کسل اور سستی آجائے گی۔ اور دوسرے تم میں بزدلی پیدا ہو جائے گی۔ اور تیسرے تم میں ضعف ہو جائے گا۔ قاعدہ ہے کہ جب آپس میں تنازع ہو تو دین کے کام میں لوگ ست ہو جاتے ہیں۔ اور پھر دشمن کا مقابلہ نہیں ہو سکتا ہے دوسرے مقابلہ جوش سے ہوتا ہے جب جوش آپس کے جھگڑوں میں نکل گیا۔ تو غیروں کے مقابلہ کے لئے جوش کہاں سے آئے گا۔ اور آپس کی لڑائی سے ضعف اس طرح آجاتا ہے کہ جب پانچ شخصوں میں جنگ ہوگی تو دو ایک طرف ہونگے اور تین ایک طرف۔ پھر دشمن کے مقابلہ میں ضعف پیدا ہونا ضروری تھا۔ اور بزدلی خون کے جلد جوش میں آجانے سے بھی ہوتی ہے۔ جس شخص کو فوراً غصہ آجائے اور جھگڑے کی اس کو عادت ہو جائے جیسا کہ بعض لوگوں کو سر کھجلانے یا انگلیوں سے پٹاخے نکالنے کی عادت ہوتی ہے۔ تو اس میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو لوگ زبانی لڑائی کے زیادہ عادی ہوتے ہیں ان میں شجاعت نہیں رہتی۔ مثل مشہور ہے کہ شیر لیٹا ہوا تھا اس پر چوہے کھیل رہے تھے۔ شیر نے کہا کہ لڑوں کس سے کیا چوہوں سے۔ اسی طرح جو شخص معمولی باتوں پر لڑتے ہیں وہ بڑے دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

پس فرمایا آپس میں تنازع نہ کرو۔ تم میں کسل آجائے گی۔ دین کے کام سے غافل ہو جاؤ گے۔ اور ضعف پیدا ہو جائے گا۔

پھر فرمایا **تذهب ريحكم** ریح کے بھی تین معنی ہیں (۱) قوت (۲) نصرت (۳) رحمت۔ پس **تذهب ريحكم** کے معنی ہوئے۔ تمہاری قوت چلی جائے گی۔ اب جو دشمن تمہاری طاقت کو محسوس کرتا ہے یہ بات نہ رہے گی۔ (۲) تمہاری محبت کم ہو جائے گی تو تم پر جو رحمت ہوتی ہے۔ وہ کم ہو جائے گی۔ یا تم جو کسی پر رحمت کرتے ہو وہ نہیں رہے گی۔ تیسرے

نصرت نہیں ہوگی۔ کیونکہ مدد اس کی ہوتی ہے جو اپنی مدد بھی کرے جو شخص اپنی مدد نہیں کرتا اس کی کوئی کیا مدد کرے۔ جو شخص بزدلی دکھاتا ہے اس کا مددگار اس کے لئے کیا کر سکتا ہے۔ فرمایا آپس کے تنازع کے یہ تین نتیجہ ہونگے۔

پھر فرمایا۔ **واصبروا۔** اور صبر کرو اگر کسی شخص نے کوئی ایسی بات کہی ہے جس سے تمہیں رنج پہنچا ہے۔ یا تمہارا کوئی حق دبالیا ہے تو تم صبر کرو اور جھگڑا نہ کرو۔ یہ کہنا کہ ایسے موقع پر صبر کیسے کر سکتے ہیں۔ غلطی ہے۔ کیونکہ یہی تو موقع ہوتا ہے کہ صبر کیا جائے۔ ورنہ کیا صبر کا یہ موقع ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے مکان کے قبالے لاکر تمہارے سپرد کردے یا تمہاری کوئی تعریف کرے اور تم کہو کہ ہم نے صبر کیا۔ صبر کا موقع تو یہی ہے کہ دوسرے سے دکھ پہنچنے پر صبر کرے ورنہ تعریف سنکر یا فائدہ پہنچنے پر صبر کا کون سا موقع ہے۔ اس کی مثال تو وہی ہوگی جو حضرت مسیح موعود لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ کسی شخص نے کسی کی دعوت کی۔ کھانے کے بعد قاعدہ کے مطابق میزبان نے کہا کہ گھر میں بیمار ہیں اس لئے میں آپ کی کچھ خدمت نہیں کر سکا۔ مہمان کوئی بڑا ہی بدفطرت انسان تھا کہنے لگا مجھ پر احسان جتاتے ہو۔ میں نے تو خود تم پر بڑا احسان کیا ہے میزبان نے کہا کہ آپ کا احسان ہوگا اگر آپ بتائیں تاکہ مجھے زیادہ شکرگذاری کا موقع ملے۔ کہنے لگا تم جب اندر کھانا لینے گئے تھے اگر میں تمہارے گھر کو پھونک دیتا۔ میزبان نے کہا کہ واقعی یہ آپ کا احسان ہے۔

پس اگر کہو کہ آپس کی لڑائی میں صبر کیسے کریں۔ تو یہ غلطی ہے۔ کیونکہ اسی وقت صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے۔ تو صبر کرو۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ کہ **ان اللہ مع الصابرین** صبر کرنے والا ہلاک نہیں ہوتا کیونکہ اللہ جس کے ساتھ ہو اس کو کیسے ہلاکت آئے۔ اللہ تعالیٰ غیر فانی ہے۔ وہ جس کے ساتھ ہو وہ بھی فنا نہیں ہو سکتا۔ اگر تم گالی کے مقابلہ میں صبر کرتے ہو۔ تو صبر ہے۔ اگر کوئی نقصان پہنچاتا ہے۔ اور تم اس کے مقابلہ میں زبانی نہیں بولتے۔ تو یہ صبر ہے۔ اگر عدالت سے چارہ جوئی کرتے ہو تو یہ صبر کے خلاف نہیں۔ پس یاد رکھو کہ صابر کے لئے ہلاکت نہیں۔ یہ احکام ہیں جن پر عمل کرنا تمہارے لئے بہتری کا موجب ہوگا۔ تمہارا ساری دنیا سے مقابلہ ہے۔ تمہارے لئے ثبات کی ضرورت ہے۔ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ آپس میں تنازعات سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اگر رنج پہنچے تو صبر کی عادت کرو کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی نصرت ملے۔ جو آپس میں جھگڑا نہ کریں ان کی خدا مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو عمل کرنے کی توفیق دے۔

(الفضل ۲۷ر جولائی ۱۹۲۲ء)

❀ ❀ ❀

ا‌ے طبری بحوالہ سیرت خاتم النبیین حصہ اول ص ۱۶۸